ڈنمارک میں اشاعتِ اسلام

(مُسلم نوجوانوں کی تنظیم کے ایک وفد آمدہ کویت سے گفتگو)

ادارۂ "المجتمع" الکویت (ترجمہ از ادارہ)

ڈنمارک کے مسلم نوجوانوں کی جمعیۃ (اصل نام مضمون میں درج نہیں) کا ایک وفد الکویت میں پہنچا۔ اس وفد میں جمعیۃ کے سکرٹری جناب علی ابراہیم، معتمد مالیات جناب محمد عبدہٗ اور محترمہ سامیہ حسین شامل ہیں جو دریہ گری کے ایک اجتماعی مرکز میں منصب یافتہ ہیں۔

مسلم نوجوانوں کی جمعیۃ کی تاسیس ہی نوجوانوں نے کی ہے۔ اس کا اوّلین مقصد اسلام کے صحیح پیغام کو ہر دائرے میں پھیلانا اور بطورِ خاص مسلمان نوجوانوں کے حلقوں تک پہنچانا اور پھر صحیح اسلامی خطوط پر اُن کی تربیت کرنا ہے تاکہ وہ سبحانہٗ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں، اور اپنے دین کے حقائق کا پورا شعور حاصل کریں، نیز مختلف زمانی ومکانی حالات میں اس کے دائمی احکام کا انطباق کرنے پر پوری طرح قادر ہوں۔

یہ جمعیت پورے یورپ کے مسلمان طلبا کے اتحاد و نظم کا ایک جزو ہے، اور اس اتحاد و نظم کا مرکزی دفتر مغربی جرمنی میں ہے اور اس سے تمام یورپ کے اطراف کی مسلم تنظیمیں وابستہ ہیں۔ یہ جمعیت اپنے آپ کو قانونی یا سیاسی پہلوؤں سے کسی خاص جانب منسوب نہیں کرتی، بلکہ یہ اپنا پیغام پھیلانے کے لیے ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے اور اس معاملے میں کتاب وسنت کے مقررہ اسلوب کار کی پابند ہے۔ کئی صورتوں میں یہ دوسری اسلامی تنظیموں سے دینِ حنیف کی خدمت کے لیے تعاون کرتی ہے۔ اپنے اسلوب کار اور اپنے نصب العین کے لحاظ سے پورے ڈنمارک میں یہی ایک جمعیت ہے،

بلکہ سکنڈے نیویا کے تمام ملکوں میں یہی کام کرتی ہے۔ یہ آس پاس کی اسلامی آبادیوں کے درمیان اپنے ۲۰ ہزار افراد کے ساتھ مرکزی حیثیت سے کام کرتی ہے۔ اس کے ارد گرد خود ڈنمارک کی پھیلی ہوئی آبادی ۵۰ لاکھ ہے؟

جمعیت کے سکرٹری جناب علی ابراہیم سے میں نے پوچھا کہ ڈنمارک کے لوگ اسلام سے کس حد تک دلچسپی لیتے ہیں اور جمعیت نوجوانان اسلام کا پارٹ کیا ہے؟

علی ابراہیم نے جواب دیا کہ اسلام کے متعلق ڈنمارک والوں کے نقطۂ نظر میں کچھ پریشانی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کے متعلق کوئی صحیح اور واضح تصور نہیں رکھتے۔ ۱۹۵۵ء میں ڈنمارک کے عین دارالحکومت میں احمدی تحریک کے تحت ایک مسجدِ احمدیہ کی تعمیر ہوئی۔ اس واسطے سے ڈنمارک والوں کے سامنے اسلام کی ایک ایسی شکل آئی جو غیر واضح اور غیر صحیح تھی۔ ۱۹۷۰ء میں ہم نے جمعیت نوجوانانِ اسلام کی اوّلین تخم ریزی کی۔ لیکن اس وقت اس کا یہ نام نہیں تھا۔ مقصود یہ تھا کہ اوّلاً ڈنمارک والوں کے سامنے اور دوسرے نمبر پر باہر سے آکر ڈنمارک میں قیام کرنے والوں کے سامنے اسلام کے صحیح مفہوم کی توضیح کی جائے۔

پھر جب اسلام اور اس کے بنیادی حقائق کے متعلق مختلف چیزیں پھیلیں تو ڈنمارک کے باشندوں کی اسلام سے دلچسپی بڑھنے لگی۔ مثلاً وہاں کے مسلمانوں کی اجتماعی دینی سرگرمیوں کا آغاز کیا گیا اور عیدین اور دوسری تقاریب پر ان کو جمع ہونے کی دعوت دی گئی تاکہ وہ اسلام کو سمجھ سکیں۔ نماز عید کوپن ہیگن کے ایک کھلے میدان میں ادا کی جانے لگی۔ پھر جمعیت نے اس پر کمر باندھی کہ اسلامی ذبیحہ کی دکان کا آغاز کیا جائے۔ سکنڈے نیویا کے ممالک میں یہ پہلی مثال تھی۔ پھر دوسری ضروریات کی طرف توجہ دی گئی اور سبزی کی دکان کھلوائی گئی۔ علاوہ ازیں مکتبہ اسلامیہ کا قیام عمل میں لایا گیا تاکہ مختلف زبانوں میں اسلامی لٹریچر سہل الحصول ہو جائے۔ ان ساری چیزوں کے نتیجے میں ڈنمارکیوں کی توجہات اسلام کی طرف منعطف ہوئیں۔ اور وہ اس کے متعلق سوالات کرنے لگے، اور اس کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کی طلب وہاں کے عوام اور مزدوروں کے مختلف طبقوں میں پیدا ہو گئی۔

ڈنمارک کے لوگ جنہوں نے سارے طریقے آزما لیے ہیں، یہ حقیقت پا گئے ہیں کہ نہایت ناگزیر ہے کہ زندگی کا روحانی پہلو بھی مکمل ہو اور اسلام ہی وہ واحد عقیدہ ہے جس نے ان کے اندر روح اور جسم دونوں کی ضروریات پوری کرنے کی طلب پیدا کر دی ہے۔ اسلام اپنا سینہ تمام انسانوں کے لیے

کھول دیتا ہے، بخلاف یہودیت کے جو اپنے حلقہ سے باہر کے نئے لوگوں کو قبول کرنے پر تیار نہیں۔ اسی طرح مسیحیت قسم قسم کے فرقوں میں بٹ گئی ہے جو سب کے سب ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لیے کشمکش میں لگے ہیں۔ رہا جادۂ اسلام، سو وہ ہر انسان کے لیے کھلا ہے، بشرطیکہ وہ حق کی شہادت دے سکے۔ بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے پورا موقع ہے کہ وہ پہلے آنے والوں کے حقوق و فرائض میں حصہ دار بنیں۔

میں نے برادر علی سے کہا کہ ہم ایسا دیکھتے ہیں کہ جیسے اہل مغرب کے قبولِ اسلام میں فطرت خود ہی اپنا کرشمہ دکھا رہی ہے۔

انہوں نے جواب میں کہا کہ:

بجا فرمایا۔ میں بتاتا ہوں کہ جب میں اپنی بیوی سے بحث و تمحیص کر رہا تھا جو ڈنمارکی ہے تو وہ مجھ سے کہنے لگی میں بخوبی سمجھتی ہوں کہ یہ دین میرے لیے اجنبی نہیں ہے اور نہ میں اس سے زیادہ فاصلے پر ہوں۔ نیز یہ کہ وہ اس کے لیے ایک طرح کی کشش محسوس کرتی ہے جو اس کے لیے ہمت افزا ہے۔ اُس نے جب اسلام کے بارے میں مطالعہ کیا اور جب اس کی معلومات اور حقائق میں وسعت آئی تو اُس نے جان لیا کہ اسلام گویا ایک طبعی شے ہے جو اس کی عقل سے مطابقت رکھتا ہے۔ بخلاف قضیۂ تثلیث کے جو مسیحی مذہب میں پیش آتا ہے اور جس پہ بہت کوشش کے باوجود وہ قانع نہ رہ سکی۔

پھر میں نے کچھ ایسے ڈنمارکیوں کے احوال سُننا چاہے جن کے سینے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیے۔

برادر محمد عبدہ کہنے لگے: الحاج والی پہلے ڈنمارک کے ایک کنیسہ کے قسیس تھے۔ وہ اس بات کے بہت تمنائی تھے کہ ان کا فرزند ان کا جانشین بنے۔ لیکن انہوں نے یہ حقیقت پالی کہ مسیحیت میں کئی ایسی باتیں ہیں جنہیں عقل اور فطرتِ سلیم قبول نہیں کرتی۔ پس انہوں نے مختلف نئے اور پرانے دوسرے ادیان کے متعلق بحث و نظر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ خبر پھیل گئی کہ ڈنمارک میں قیام کرنے والے مغربی مسلم برادران میں سے کسی سے وہ مباحثہ کرنا چاہتے ہیں مگر ہمارے ہاں انہوں نے کچھ اور ہی معاملہ دیکھا۔ اور ایک ایسی اجتماعی زندگی کا نقشہ اُن کے سامنے آیا جو افراد کے گہرے ربط و تعاون پہ قائم ہوتی ہے۔ اور اس ربط و تعاون کا دوسرے تمام مذاہب اور معاشروں میں فقدان ہے۔

پھر انہوں نے دین اسلام کے بارے میں تعلیم اور آگاہی حاصل کرنے اور تبادلہ خیال کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مختصر سے عرصے کے بعد ان پر واضح ہو گیا کہ اسلام ہی دینِ فطرت ہے۔ نیز یہ کہ یہی ایک دین ایسا ہے جو مختلف زمانوں اور مختلف سرزمینوں میں سازگار ثابت ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں یہ جب اسلام لے آئے اور ان کے قبول اسلام کی خبر عام ہو گئی۔ پھر وہ بیت اللہ شریف کی زیارت کو نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنا نام بھی بدل کر اسلامی طرز کا اختیار کر لیا، یعنی الحاج وآلی۔

پھر میں نے بہن سامیہ حسین سے درخواست کی کہ وہ ڈنمارکی خواتین کا نقطۂ نظر اسلام کے متعلق بیان کریں۔ اور ان کے قبولِ اسلام کا تذکرہ کریں۔

وہ کہنے لگیں:

ڈنمارک کی عورتوں نے بے لگام آزادی کے اس معیار کو پا لیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چاہو کرو۔ مگر ان میں جس قرار و سکون کی حسرت پائی جاتی ہے وہ صرف اسلام میں ہے۔ ایک دن میں ایک ڈنمارکی خاتون کے ساتھ تھی کہ یہ ڈنمارکی لڑکی ہم سے ملی جو اسلام قبول کرنے کی خواہش مند تھی۔ اس سے کچھ گفتگو ہونے کے بعد، اس نے قبول اسلام کا اعلان کیا اور ہم سے چاہا کہ ہم اسے لباس اس طرح پہنائیں۔ اور حجاب کا طریقہ بتائیں جیسے ہم کرتے ہیں۔ سو ہم نے اُسے ستر و حجاب کا لباس پہننا سکھایا، اور بتایا کہ صحیح اسلامی ہیئت کیسی ہوتی ہے۔

ایک اور لڑکی اسلام لائی جب کہ اس کے گھر والے اس بات پر راضی نہ تھے۔ سو وہ اُس کی مخالفت میں ڈٹ گئے اور اس کا مقاطعہ کیا۔ پھر اس لڑکی نے ایک مسلم نوجوان سے شادی کر لی اور اپنے شوہر کے ساتھ رہنے لگی۔ اس کے گھر والوں نے انتہا درجہ کا انقطاع اختیار کر لیا۔ اس پر بھی اُس لڑکی نے کوئی پروا نہ کی۔ کیونکہ اپنے گھر والوں کی محبت کے مقابلے میں اسلام سے اُسے زیادہ محبت و وابستگی تھی۔ اس نے خونی رشتے کی عصبیت سے صرف نظر کر لیا۔ وہ راضی خوشی اپنے شوہر کے ساتھ آباد رہی۔ خدا تعالیٰ نے اُسے دو فرزند عطا کیے۔ جب اس کے گھر والوں کے مقاطعہ کو چار سال ہونے کو آئے تو وہ لوگ خود اس کی ملاقات کے لیے پہنچے۔ اس لڑکی نے ان پر یہ شرط عاید کی کہ وہ ان کے ساتھ رہتے ہوئے شراب یا لحم خنزیر جیسی حرام چیزیں استعمال نہیں کریں گے۔ اسی طرح جب یہ لڑکی اُن کی ملاقات کو گئی تو ان پر پابندی لگا دی کہ وہ اس کے لیے اور اس کے شوہر اور اس کی

اولاد کے لیے سوائے طعام حلال کے کچھ سامنے نہ لائیں۔

کچھ مدت گذرنے پر یہ مسلمان لڑکی اپنی بہنوں اور بھائیوں کی نظر میں ماں باپ سے بھی زیادہ عزیز ہوگئی۔ اور اپنے بھائی بہنوں کی طرف سے محبت و احترام کے جواب میں اس کے دل میں بھی اُن کے لیے گہرا میلان پیدا ہوگیا۔

پھر اس کے ماں باپ نے اُس کے مسلمان شوہر میں امانت اور استقامت کا مشاہدہ کرلیا تو اُس کے سامنے اپنی یہ خواہش بیان کی کہ وہ دونوں اُن کے ساتھ رہیں اور اُن کے گھر کی ملکیت سنبھالیں۔

آخری بات میں نے یہ پوچھی کہ مغرب میں اسلام کی دعوت دینے کے لیے لٹریچر اور عملی اقدام میں سے کونسی چیز زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔

جواب ملا،

دیکھیے، عملی اقدام کو اوّلیت حاصل ہے، کتابیں اس کے بعد آتی ہیں۔ یورپی معاشرے متمدن ہیں اور یہاں کے لوگ بہت پڑھتے ہیں۔ سو فکری صورت میں ان تک اسلام کے پہنچانے میں کوئی مشکل نہیں۔ لیکن اُن کے دل ہر قسم کے عقیدے سے بے نیاز ہیں۔ اسی صورت میں جب اُن کے دل اور روحیں اپنی فطرت کو اسلام میں منعکس دیکھتے ہیں تو وہ اُسے قبول کرتے ہیں اور اس کے ساتھ چلتے ہیں۔

شاید کوپن ہیگن کے مدرسہ علیا کے مذاکرات اس کی بہترین مثال ہیں۔ یہ مذاکرات ادارہ کے معمول کے مطابق ہر سال کے چار مہینوں میں منعقد ہوتے ہیں۔ مختلف مذاہب کے مقررین کو بُلا کر سوال و جواب کرنے کی مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ بطور خاص ہمارے ذمے اسلام کے مباحث پر تقریر کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی۔ ہماری جمعیت سے دو اصحاب کو تقریر اور سوال و جواب کے لیے نامزد کیا گیا۔ یہ بات تحیر انگیز تھی کہ تمام حاضرین تقریر کے خاتمہ کے بعد ہم سے خواہشمند تھے کہ سلسلہ گفتگو یونہی جاری رہے۔ حالانکہ دوسرے تمام مذاہب کے لیکچروں کے بعد ایسا نہیں ہوا مجمع میں موجود بعض خواتین نے یہ کہا کہ ہم زیادہ دیر تک آپ کے ساتھ (گفتگو کے لیے) بیٹھنا چاہتی ہیں۔ آپ لوگ تمدن پسند ہیں اور آپ میں رہبانیت کی رُوح نہیں ہے۔ اور آپ کے اندر اسلام کی کشادگی نمایاں ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جلسہ کے حاضرین کو باوجود اس کے کہ ان کو وہاں بیٹھنے میں کچھ تکالیف بھی تھیں، اسلام سے مسرت حاصل ہوئی۔

حرفِ آخر یہ کہ ہمارے لیے وجہ سعادت ہے کہ ہم مسلمانوں کو خوش خبری دے رہے ہیں کہ کس طرح ڈنمارک میں اسلام کی دعوت پھیلائی جا رہی ہے اور اس کے لیے کتنی پُرزور سرگرمی عمل میں آ رہی ہے۔

(بقیہ شیخ احمد سرہندیؒ کے خلاف الزامات)

۵۔ تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد۔

۶۔ کلیات خواجہ باقی باللہ۔

۷۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی مولانا محمد میاں۔ دہلی۔

۸۔ تذکرہ مجدد الف ثانیؒ مرتبہ مولانا منظور نعمانی۔ لکھنو۔

۹۔ موج کوثر شیخ محمد اکرام لاہور

۱۰۔ حیات مجدد محمد قربان

۱۱۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ سید زوار حسین۔